۴۶- قرآن مجید کی طرح کئی احادیث میں بھی سود کی حرمت مذکور ہے مثلاً
(الف) صحیح البخاری ج-۴ میں حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت کردہ حدیث ہے کے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا- سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو- صحابہ کے استفسار پر حضور اکرم ﷺ نے جن سات چیزوں کا نام بتایا ان میں سے ایک سود کا ذکر فرمایا-
(ب) صحیح البخاری ج-۲ میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کی تفصیلی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو سود خور کی حقیقت خواب میں دکھائی گئی- کہ وہ خون کی نہر میں کھڑا ہے جب بھی وہ اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو فرشتے اسے مار مار کر واپس کر دیتے ہیں-
(ج) سنن الدارمی ج-۲ میں ابی حرہ رقاشی کی روایت مذکور ہے- کہ انہیں ان کے چچا نے بتایا کہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر جب حضور اکرم ﷺ نے سود کی حرمت کا اعلان کیا- تو فرمایا کہ میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس ابن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں-
(د) صحیح مسلم ج-۲ جزء-۱۱ میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے- کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور اس پر شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی-
۶۰- مزید تفصیلات کے لیے صحاح ستہ کی طرف مراجعت فرمائیں-
۴۷- سود کی حرمت پر فقہاء امت کا اجماع رہا ہے- دیکھیے "ربوا و مضاربت" ص ۱۲۶، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد-
اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب کی کتب فقہ مثلاً ھدایہ (حنفی فقہ) الشرح الصغیر (فقہ مالکی) المھذب (فقہ شافعی) اور المغنی واعلام الموقعین (فقہ حنبلی) وغیرہ میں رباء سے متعلق احکام ومسائل نہایت تفصیل سے منقول ہیں-

۴۸- مزید تفصیل کے لیے مولانا مودودی کی کتاب "سود" ص: ۱۵۳ تا ۱۵۶ کا مطالعہ چاہیے۔

۴۹- تقی عثمانی، مولانا محمد، "تجارتی سود- حصہ دوم مسئلہ سود" ص-۱۳۶-۱۳۷ ادارہ المعارف، کراچی (۱۹۷۹ء)

۵۰- مودودی "سود" ص-۱۰۵-۱۰۶

۵۱- الشاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، المحدث دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ" ج-۲، ص-۱۰۶ المکتبہ السلفیہ، لاہور

۵۲- مودودی "سود" ص-۱۰۷-۱۰۸

۵۳- قریشی "اسلام اور سود" ص-۲۳۹

۵۴- مودودی "سود" ص-۱۱۲-۱۱۳

۵۵- ایضاً ص-۱۱۴-۱۱۶

۵۶- الشاہ ولی اللہ "حجتہ اللہ البالغہ" ج-۲، ص-۱۰۶

۵۷- قریشی "اسلام اور سود" ص-۲۵۲

۵۸- مودودی "سود" ص-۱۲۴

۵۹- قریشی "اسلام اور سود" ص-۱۷۶-۱۷۸

۶۰- Dr. Anwar Iqbal Qureshi,"Islam andTheory of InTerest,(fost Note No 3) p-104,Sheikh Muhmmad Ashraf, Lahore (1974)

۶۱- قریشی "اسلام اور سود" ص-۱۸۴

سود، اسلام اور دیگر مذاہب کی نظر میں

ڈاکٹر محمد عبداللہ قاضی، بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی

سود کے لیے عربی میں "ربا" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا لغوی معنی ہے "بڑھنا اور زیادہ ہونا" کہا جاتا ہے "اربی فلان علی فلان" یعنی فلاں فلاں سے بڑھ گیا۔ "ربا الشیئ" اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز میں اضافہ ہو جائے "الربوۃ" اس زمین کو کہتے ہیں جس کی سطح عام زمین سے بلند ہو۔ "اربی فلان علی مالہٗ" کا معنی ہے: فلاں نے اپنے مال میں اضافہ کر لیا۔

اس لفظ کے مشتقات قرآن و حدیث میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ "ویربی الصدقات"[1] یعنی اللہ صدقات کو بڑھاتا ہے اور ان کے اجر و ثواب میں اضافہ کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے "کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاٰتت اکلھا ضعفین"[2] سے مراد اونچی جگہ ہے۔

حدیث میں "ربا" کے مشتقات:

ما تصدّق أحد بصدقۃ من طیب الّا اخذھا الرحمٰن بیمینہٖ وان کانت تمرۃ فتربو فی کفّ الرحمٰن حتی تکون اعظم من الجبل[3]

---

[1] سورۃ البقرۃ آیۃ: ۲۶۵

[2] ایضاً: ۲۶۷

[3] مسلم شریف کتاب الزکاۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب رقم الحدیث ۱۰۱۴، ۲/۷۰۲ نشر و توزیع دار الافتاء الریاض

جب کوئی شخص اپنی حلال کمائی میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اللہ حلال کے سوا کوئی چیز قبول بھی نہیں فرماتا۔ تو اللہ اسے دائیں ہاتھ سے وصول کرتا ہے اگرچہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔ اللہ کی راہ میں دی ہوئی وہ کھجور پرورش پاتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں "تربو" کا معنی "تزید" ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمانوں والا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ما کنا نأخذ من لقمة الا ربا من اسفلها اکثر منها"[1]

یعنی ہم نوالہ لیتے تھے اور اس کے نیچے والا کھانا پہلے سے زیادہ ہو جاتا تھا۔

"ربا السویق" یعنی ستو پانی میں بھگونے کی وجہ سے پھول گئے۔ اسی سے ہے "اهتزت وربت" یعنی زمین کا پھولنا۔ قرآن مجید میں ہے "فأخذهم أخذة رابية" یعنی اللہ نے ان کی ایسی گرفت کی جو دوسری گرفتوں سے بڑھ کر تھی[2]

مجدالدین فیروزآبادی لکھتے ہیں: "ربا ربوا" بروزن علوا: زاد ونما" کسی چیز کا بڑھنا اور نشو ونما پانا[3]

امام نووی امام جوہری سے نقل کرتے ہیں۔ "ربا الشئی یربو ربوا ای زاد" امام واحدی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "الربا فی اللغة" الزیادة یعنی "ربا" کا لغوی معنی کسی چیز کا بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے "اربی الرجل" جب کوئی شخص سود کا لین دین کرے[4]

امام ابن اثیر لکھتے ہیں: "الربا الأصل فیه الزیادة، وربا المال یربو اذا زاد وارتفع، والاسم الربا" مقصور" یعنی "ربا" لغتاً کسی چیز میں اضافہ ہونے کو کہتے ہیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلاۃ۔ باب السمر مع الضیف والاھل ۲/۶۷ نشر و توزیع دار الدفتاء الریاض

[2] لسان العرب مادہ "ربا" مطبوعات بیروت

[3] اساس البلاغۃ مادہ ربا ص ۱۵۳، طبع لمطبعۃ اولاد اور خانہ الطبعۃ الاولیٰ۔ تحقیق عبدالرحیم محمود

[4] تہذیب الاسماء واللغات مادہ۔ ربا۔ جز اول قسم ثانی ص ۱۱۸

"ربا المال" یعنی مال میں اضافہ ہوگیا اور "ربا" اسم مقصور ہے[1]

سُود کا اصطلاحی معنیٰ:

علمائے کرام نے "ربا" سُود کی تعریف مختلف نقطۂ نظر سے کی ہے بعض علماء ربا کو صرف قرضوں کے سُود تک محدود کرتے ہیں، بعض تجارتی لین دین کے سُود کو ربا سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ دوسرے علماء اس میں دونوں قسموں کو شامل کرتے ہیں۔

قرضوں کا سُود: وہ علماء جنھوں نے سُود سے صرف قرضوں کا سُود مراد لیا ہے اس میں امام ابن اثیر سرفہرست ہیں فرماتے ہیں "هو في الشرع: الزيادة على اصل المال من غير عقد تبايع"[2]

یعنی سُود شرعی اصطلاح میں اس مال کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی تجارتی معاملے کے رأس المال سے زائد لیا جائے۔

امام واحدی کہتے ہیں "ربا اصل مال سے زائد اس اضافی رقم کو کہا جاتا ہے جو بغیر بیع وشراء کے وصول کی جائے"[3]

ان دونوں تعریفوں میں جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں اماموں نے تجارتی لین دین میں لیے جانے والے سُود کو ربا کی تعریف سے خارج سمجھا ہے، اسی لیے انہوں نے "من غیر بیع" کی قید لگائی ہے ہوسکتا ہے انہوں نے سُود کی تعریف کو قرضوں کے سُود پر صرف اس لیے محدود کیا ہو کہ سُود کی یہ رقم "ربا جلی" ہے جس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

بیع وشراء کا سُود: سُود کی تعریف صرف بیع وشراء میں منحصر کرنے والوں میں سرفہرست شمس الدین سرخسی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب "المبسوط" میں لکھتے ہیں: هو الفضل الخالي عن العوض المشروط في البيع[4] بیع وشراء کرتے وقت وہ مخصوص معاوضہ لینا جو شرعی

---

[1] النهاية في غريب الحديث والاثر ۱/۱۹۱-۱۹۲۔ باختصار "المطبوع بتحقيق محمود محمد الطناحي وطاهر احمد الزاوي (ط المكتبة الاسلامية ۱۳۸۳ھ)

[2] النهاية في غريب الحديث والاثر ۱/۱۹۲، لسان العرب ۱/۱۱۱۶ مادہ الربا۔

[3] النهاية في غريب الحديث والاثر ۱/۱۹۲

[4] المبسوط ۱۲/۱۰۹، ط دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية

معیار کے مطابق نہ ہو سود کہلاتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: "فضل مال بلا عوض فی معاوضة مال بمال"[1]

سود شرعی اصطلاح میں اس زائد مال کو کہا جاتا ہے جو مال کے بدلے میں اخذ کیا جائے۔

ان دونوں تعریفوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سود کی تعریفات کو فقط بیع وشراء میں ہی محدود کردیا گیا ہے، شاید اس کا سبب یہ ہو کہ علماء وفقہاء کا یہ طبقہ فقط بیع وشراء کے سود کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔

سود کی جامع تعریف: جو علماء وفقہاء دونوں قسموں کو سود کی تعریف میں شامل کرتے ہیں ان میں امام ابن العربی اور ابن قدامہ بھی ہیں۔

امام ابن العربی لکھتے ہیں: "ربا کا لغوی معنی ہے اضافہ اور قرآنی آیات میں ربا کا بھی یہی مفہوم ہے یعنی ہر وہ زائد مال جو بغیر کسی عوض کے لیا جائے (خواہ وہ بیع وشراء میں ہو یا قرضوں میں)"[2]

امام ابن قدامہ کے ہاں: "الزیادة فی اشیاء مخصوصة"[3]

سود مخصوص اشیاء میں زائد رقم لینے کو کہا جاتا ہے۔

ان دونوں تعریفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سود کی تعریف میں دونوں قسمیں شامل ہیں کیونکہ زیادتی اور اضافے کا وجود دونوں میں ہے۔ تاہم ابن العربی کی تعریف جامع تو ضرور ہے مگر مانع نہیں کیونکہ اس میں ایسے زائد اموال بھی شامل ہو جاتے ہیں جن کا شمار سود میں نہیں ہوتا۔

سود کی اقسام: سود کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔ امام فخرالدین رازی کہتے ہیں:

"ربا کی دو قسمیں ہیں" قرضوں کا سود" بیع وشراء میں اضافی مال کا سود"[4]

---

[1] عمدة القاری ١٢/ ١٠٩، ط دار الفکر بیروت

[2] احکام القرآن۔ القسم الاول ٢٤٢، ط دار المعرفة بیروت تحقیق علی محمد البجاوی۔

[3] المغنی ٤/ ٣۔ الناشر: مکتبة الریاض الحدیثة، ملاحظہ المفردات فی غریب القرآن وہ لکھتے ہیں: "الربا الزیادة رأس المال" رأس المال پر زیادتی کا نام سود ہے لکن خص فی الشرع بالزیادة علی وجہ دون وجہ۔ ١/ ١٨٧۔ مادہ "ربو" (ط دار المعرفة بیروت)۔

[4] التفسیر الکبیر ٢/ ٣٥١

"ربا النسیئۃ" قرضوں کا سُود اس مشروط زیادتی کو کہتے ہیں جو قرض خواہ مقروض سے تاخیر کے بدلے میں لے[1]

علمائے امت "ربا نسیئۃ" قرضوں کے سُود کو دورِ جاہلیت کا سُود کہتے ہیں اس لیے کہ دورِ جاہلیت میں سُود کی یہی قسم رائج تھی۔

ابوبکر جصاص کہتے ہیں:

وہ سُود جو عرب میں رائج اور مصروف تھا دراہم و دنانیر کا سُود تھا۔ قرض لینے والا کچھ رقم معینہ مدت کے لیے قرض لیتا اور سُود کی شرح مقرر کر لیتا[2]

زمانہ جاہلیت میں سُود کی صرف یہی قسم معروف تھی، وہ سُود کی اسی قسم سے اپنے معاملات طے کیا کرتے تھے[3]

امام رازی لکھتے ہیں:

دورِ جاہلیت میں قرضوں کا سُود ہی رائج تھا، وہ کسی کو کچھ قرضے پہ دیتے اور ہر مہینے طے شدہ شرح کے مطابق سُود وصول کرتے اور رأس المال میں کمی نہ کرتے۔ جب معینہ مدّت اور شرح سُود ختم ہو جاتی تو وہ مقروض سے رأس المال کا مطالبہ کرتے"[4]

بعض علماء سُود کی اس قسم کو "ربا جلی" قرار دیتے ہیں اور بیع و شراء کے سُود کو "ربا خفی" سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں:

ربا کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جلی ۲۔ خفی۔ ربا جلی قرضوں کے سُود کو کہا جاتا ہے[5]

---

[1] فقہ السنۃ ۳ / ۳۵۱

[2] احکام القرآن ۱ / ۴۶۵ ۔ طبعۃ دار الفکر بیروت

[3] ایضاً

[4] تفسیر کبیر ۲ / ۳۵۱

[5] اعلام الموقعین ۲ / ۱۳۵

کچھ علماء سود کی اس قسم کو " ربا حقیقی " کا نام دیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں :

سود کی دو قسمیں ہیں : ۱۔ حقیقی ۲۔ محمول علیہ۔ ربا حقیقی قرضوں میں ہوتا ہے۔ نزول قرآن کے وقت لوگوں میں سود کی یہ قسم عام رائج تھی اور اس کی وجہ سے معاملہ جنگ و جدال تک پہنچ چکا تھا، چنانچہ ضروری تھا کہ اس کا مکمل سدِ باب کیا جائے یہی وجہ ہے قرآن مجید میں اس کے متعلق سخت وعید آئی ہے[1]

قرضوں کا سود دورِ جاہلیت میں ہی منتشر نہ تھا بلکہ آج بھی سود کی یہ قسم عام رائج ہے، بینکنگ کا نظام سود کی اسی قسم کے تحت چلتا ہے اور اقتصادی مشکلات کا باعث بنا ہوا ہے۔

ابو زہرہ لکھتے ہیں : سود کی اس قسم کی حرمت تمام انواع سے زیادہ ہے۔ قرآن میں سودی لین دین کے متعلق جتنی وعیدیں آئی ہیں سب قرضوں کے سود سے تعلق رکھتی ہیں وہ تمام کمپنیاں اور پارٹیاں جو سودی کاروبار کرتی ہیں ان کا سارا سودی نظام ربا النسیہ پر مبنی ہے[2]

ہم اللہ کے فضل و کرم سے سود کی اسی قسم سے بچاؤ کی تدابیر بیان کریں گے بعض علماء سود کی اس قسم کو " ربا القرآن کی اصطلاح دیتے ہیں کیونکہ اس کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے[3]

ربا الفضل یعنی بیع و شراء کے سود کی کرتے ہیں امام سرخسی لکھتے ہیں :

" ربا الفضل وہ اضافی مال ہے جو بیع و شراء میں بغیر کسی مشروط عوض کے اخذ کیا جائے"[4]

سید سابق کہتے ہیں :

" ربا الفضل اس زائد رقم کو کہا جاتا ہے جو نقدی کے بدلے نقدی بیع کر کے اخذ کیا جائے۔ اسی طرح اس زائد غلے کو کہا جاتا ہے جو غلے کے بدلے غلہ فروخت کر کے لیا جائے[5]

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۰۶، المکتبۃ السلفیۃ لاہور

[2] بحوث فی الربا : ۳۴

[3] بحوث فی الربا : ۳۳، ۳۵، ۳۷

[4] المبسوط ۱۲/۱۰۹

[5] فقہ السنۃ ۳/۱۳۶

سُود کی اس قسم کو" ربا السنّہ" کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ امام مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جَو کے بدلے جَو، کھجور کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک کی فروخت ممنوع ہے اِلّا یہ کہ برابر ہوں اور جنس بھی ایک ہو، جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سُودی لین دین کیا[1]

بعض کہتے ہیں کہ سُود اور منافع اجرت میں کوئی فرق نہیں۔ اگر تجارت میں نفع جو کہ اصل مال سے زائد مال ہوتا ہے لینا جائز ہے تو سُودی لین دین میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح وہ اجرت لینے کے جواز سے بھی ربا کے جواز کی دلیل اخذ کرتے ہیں۔ ہم اپنی اس بحث میں اللہ کے فضل و کرم سے سُود اور غیر سُود میں فرق بیان کریں گے۔

سُود اور منافع میں فرق: امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: "نفع اس زائد مال کو کہا جاتا ہے جو کہ بیع و شرا میں حاصل ہو[2]

ربا اور ربح یعنی سُود اور تجارتی نفع کے درمیان جوہری و معنوی اختلاف ہے بالخصوص قرضوں کے سُود اور تجارتی نفع کے درمیان اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔

تجارتی نفع کے حصول کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ انسان صرف اپنا مال دے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنا مال دے اس شرط پر کہ نفع و نقصان دونوں میں تقسیم ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان مال بھی خرچ کرے اور محنت بھی کرے، تجارت کرے اور خرید و فروخت کر کے نفع کمائے یا کسی کو اپنا شریک بنا کر خود بھی محنت کرے اور اسے نفع و نقصان میں حصہ دار بنائے۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اس کی صرف محنت ہو، مثلاً مضاربت و شراکت کی صورت

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المصافاۃ، باب الصرف وبیع الذہب بالورق نقدًا، رقم الحدیث ۱۵۸۷، ۳/۱۲۱۰

[2] المفردات فی غریب القرآن مادہ "ربح"، ص ۱۸۵، لسان العرب مادہ "ربح ۱/۱۱۰۳ ابن منظور لکھتے ہیں" ھو النماء فی التجر" یعنی منافع تجارت میں مال کے بڑھنے کو کہا جاتا ہے۔

ہیں کہ مال کسی کا ہو اور محنت اس کی ہو اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

ہم ان تینوں صورتوں کا بغور مشاہدہ کریں گے۔

پہلی صورت میں نفع اور سود میں فرق یہ ہے کہ سودی لین دین میں سود کی شرح متعین اور پہلے سے معلوم ہوتی ہے جبکہ تجارتی نفع میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ نفع کی رقم غیر متعین اور پہلے سے معلوم ہوتی ہے بلکہ خسارے کا بھی احتمال ہوتا ہے اور خسارے کا ذمہ دار صاحب مال ہوتا ہے جبکہ سودی لین دین میں صاحب مال کے لیے خسارے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔

دوسری صورت میں سود اور تجارتی نفع کے درمیان دو طرح کا فرق ہوتا ہے۔

۱۔ اس صورت میں صاحب مال بیع وشراء میں اپنی محنت صرف کرتا ہے جب کہ سود کی حالت میں صاحب مال کو محنت نہیں کرنا پڑتی بلکہ وہ قرض کی مدت کے عوض زائد رقم یعنی سود کا مطالبہ کرتا ہے اس زائد رقم میں اس کی محنت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

۲۔ تاجر کو جہاں نفع حاصل ہوتا ہے وہاں وہ خسارہ اٹھانے کا خطرہ بھی مول لیتا ہے جبکہ سود میں صاحب مال کو خسارے کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا، قرض لینے والے کو خواہ نفع ہو یا نقصان صاحب مال کو ہر صورت میں طے شدہ شرح کے مطابق رقم حاصل ہو جاتی ہے۔

تیسری صورت میں تجارتی نفع محنت کے عوض حاصل ہوتا ہے جب کہ قرض دینے والا اپنی محنت صرف نہیں کرتا اور بغیر محنت کے ہی سود وصول کرتا ہے[۱]

سود اور اجرت کے درمیان فرق: اجرت کا معنی کام کرنے کی جزاء[۲] اصطلاح میں اجرت اس متعین نفع کی قیمت کو کہا جاتا ہے جو فریقین (آجر اور مستاجر) کے درمیان طے پائے[۳]

اور یہ نفع کہ جس کے عوض اجرت ادا کی جاتی ہے کسی شخص کی خدمت و محنت کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور کسی شی مشینری وغیرہ) کے استعمال کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے[۴]

---

[۱] تفصیل کیلیے ملاحظہ ہو "تطویر الاعمال المصرفیۃ بما یتفق والشریعۃ الاسلامیہ تصنیف سامی حسن ۲۷۲ تا ۲۸۱

[۲] لسان العرب لابن منظور افریقی مادہ "اجر" ۱/ ۲۴

[۳] تہذیب الاسماء واللغات قسم ثانی جزاول ص ۴

[۴] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المقنع فی فقہ الامام احمد بن حنبل از قدامہ مقدسی ۲/ ۲۰۰، ۲۰۸

اگر اجرت کی تعریف پر غور کیا جائے تو سُود اور اجرت میں فرق واضح ہو جاتا ہے کیونکہ سُود میں کسی شخص کی خدمت کے معاوضے یا کسی چیز کے استعمال کے معاوضے کا کوئی تصوّر نہیں۔

سُود اور اجرت میں یہ فرق ہے کہ اجرت میں جو رقم حاصل ہوتی ہے وہ خدمت کے عوض ہوتی ہے، صاحب خدمت اگر اجیر خاص ہے[1] تو ہر وقت سروس کے لیے تیار رہنے کے بدلے میں معاوضہ وصول کرتا ہے اور اگر وہ اجیر مشترک ہے[2] تو وہ اپنے عمل کے بدلے معاوضہ وصول کرتا ہے جہاں تک سُود کا تعلق ہے تو اس میں سروس کا کوئی تعلق نہیں نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔ بلکہ وہ ایک زائد رقم ہوتی ہے جو صرف مدت گذرنے کے عوض لی جاتی ہے۔

اسی طرح اجرت اس قیمت کو کہا جاتا ہے جو اشیاء کے استعمال کے عوض لی جاتی ہے اور اشیاء کی عین موجود رہتی ہے جبکہ سُود میں مال کی عین باقی نہیں رہتی بلکہ اُسے خرچ کر دیا جاتا ہے۔ اس سے سُود اور اجرت میں فرق واضح ہوتا جاتا ہے[3]

سُود قدیم تہذیبوں اور آسمانی شریعتوں میں

اسلام سے قبل بھی قدیم تہذیبوں میں سُود کو برائی سمجھا جاتا رہا ہے، یہودیت اور عیسائیت کا بھی سُود کی حرمت پر اتفاق ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم سے ہی لوگ سود کے نقصانات اور اس کی قباحتوں سے آگاہ تھے اور سُود کی حرمت پر تمام آسمانی شریعتوں کا اجماع تھا۔

ہم اس بحث کو دو الگ الگ عنوانوں کے ساتھ تفصیل سے بیان کریں گے۔

۱۔ قدیم تہذیبوں کا سُود کے متعلق موقف

۲۔ یہودیت و عیسائیت کا سُود کے متعلق موقف

قدیم تہذیبوں کا سُود کے متعلق موقف

---

[1] اجیر خاص اس شخص کو کہا جاتا ہے جو صرف اپنے متاجر کا ملازم ہو جیسا کہ سرکاری ملازمین

[2] اجیر مشترک اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی متاجر کا ملازم نہ ہو بلکہ وہ اپنی محنت اور سروس کے عوض معاوضہ وصول کرے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المبسوط از سرخسی ۸۰/۱۵ المقنع ۶۱۲ ، حاشیہ المقنع ۲۱۶/۲

[3] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تطویر الاعمال المصرفیۃ بما یتفق والشریعۃ الاسلامیۃ ص ۲۶ تا ۲۷۱

بہت سی تہذیب میں سُود کو بری نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ یونانی تہذیب کے نظریے کے مطابق سُود خلاف فطرت لین دین ہے۔ رومانی تہذیب بھی اس موقف میں یونانیوں سے اتفاق کرتی ہے، اسی طرح دورِ جاہلیت میں قریش بھی سُود کو ناپاک کمائی سے تعبیر کرتے تھے۔

یونانی تہذیب میں سُود

یونانیوں کا نظریہ تھا کہ سودی لین دین پر مبنی کاروبار خلاف فطرت ہے۔ اس لیے کہ روپے سے روپیہ پیدا کرنا اس کی تخلیق کا مقصود نہیں بلکہ روپے کی تخلیق کا مقصد اس کے عوض میں مال کا حصول ہے۔ یونانی فلسفہ نے سُودی کاروبار سے منع کیا ہے۔ دائرہ معارف امریکہ میں ہے۔" افلاطون اور ارسطو نے سُود کی حرمت پر زور دیا ہے، اور انہوں نے سُودی لین دین کو حصول مال کا مذموم طریقہ قرار دیا ہے[1]۔"

افلاطون اپنی کتاب " القانون " میں لکھتا ہے۔

"کسی شخص کے لیے سُود پر قرض دینا جائز نہیں"[2]

اسی طرح ارسطو سُود کو خلاف فطرت کمائی قرار دیتے ہوئے اپنی کتاب" السیاسۃ " میں لکھتا ہے۔

" سُود کو بُرا عمل سمجھنے والے حق پر ہیں یہ اس لیے کہ یہ کمائی کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں پیسے سے پیسہ پیدا ہوتا ہے جو کہ اس کی تخلیق کے مقصد کے خلاف ہے، پیسے کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اس کے عوض مال خریدا جائے، پیسے سے پیسے کی تولید خلافِ فطرت کمائی ہے"[3]

افلاطون اور ارسطو نے سُود کو ریاست کے لیے مہلک قرار دیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے طبقاتی نزاع جنم لیتا ہے۔ چنانچہ دائرہ المعارف امریکہ ان کی رائے کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

---

(1) ملا (USURY) Encyclopedia (International Edition), Americana Corporation, New York: 1977, Vol.27, p.824

[2] ملاحظہ ہو "بحوث فی الربا" از محمد ابو زہرہ ص ۱۲

[3] السیاسۃ ص ۱۱۷ مختصر، ترجمہ فرانسیسی از بادقلمی سانسھر، ترجمہ عربیہ احمد لطفی سید مطبوعہ دار الکتب المصریۃ قاہرہ ۱۹۴۷۔ اصل متن افریقی زبان

"ارسطو اور افلاطون کہتے ہیں کہ سُود سے ریاست کی فلاح و بہبود کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ اس سے ریاست میں دو طبقے اغنیاء اور فقراء یعنی قرض دینے والے اور قرض لینے والے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہو جاتے ہیں"۔[2]

سُود اور رومانی تہذیب

رومانیوں کا نظریہ بھی اس سلسلے میں یونانیوں سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی سُود کو خلاف فطرت کمائی اور طبقاتی کشمکش کا موجب قرار دیتے ہیں۔ رومانی فلسفہ نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔ دائرہ معارف امریکہ سُود کے متعلق یونانیوں کی آراء نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

"رومانی مفکرین نے بھی سُود کے متعلق یونانی فلسفہ جیسی آراء کا اظہار کیا۔ اس سلسلے میں سیرو، کیٹو (cato) اور سینیکا (seneca) قابل ذکر ہیں"۔[3]

اس کے ساتھ ساتھ آغاز میں رومانی معاشرے میں سُودی لین دین سرکاری سطح پر ممنوع رہا ہے مگر جب ریاست کی حدود وسیع ہو گئیں اور تجارتی طبقات کی کثرت ہو گئی تو سُودی لین دین کا آغاز ہو گیا۔ لوئس ہنری ((Lewis Henery)) لکھتا ہے۔

"رومانی حکومت نے اپنے ابتدائی دور میں سُود کی تمام شکلوں کو ممنوع قرار دیا لیکن ریاست کے وسیع اور تجارتی طبقات کے ظاہر ہونے کے ساتھ سُودی کاروبار بھی آہستہ آہستہ شروع ہو گیا لیکن سُود کی شرح کے تعین میں حکومت کی طرف سے بہت سی پابندیاں عائد کی گئیں اور ان پر بڑی سختی سے عمل کروایا گیا۔ رومانیوں نے سب سے پہلے شہریوں کے حقوق کی حفاظت کے

---

(2) (USURY), The Encyclopedia Americana (International Edition) Vol.27, p.824 (It imperiled the welfare of State, (they Said): By setting:
one class (the wealthy lenders) against mother (the poor borowers).

(3) (USURY), The Encyclopedia American (International Edition) Vol.27, p.824
Similar opinions were expressed by Roman writers like
Cicero. Cato and Seneca

لیے قوانین وضع کیے [1]

سُود اور قریش کا دورِ جاہلیت

اگرچہ قریش دورِ جاہلیت میں سُودی لین دین کیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود وہ سُود کی کمائی کو ناپاک کمائی قرار دیتے تھے۔ چنانچہ قریش نے جب بعثت نبوی سے پانچ سال قبل کعبہ کی دوبارہ تعمیر کا فیصلہ کیا تو ابو وہب کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف ہونے والی رقم میں سُود کی کمائی کا کوئی حصّہ نہ ہو۔ امام اسحٰق لکھتے ہیں: "جب تمام لوگوں کا کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے پر اتفاق ہو گیا تو ابو وہب عمرو، بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے کعبہ کے ایک پتھر کو اٹھا کر کہا اے قریش اس کی تعمیر پر صرف حلال کمائی ہی سے خرچ کرنا۔ خبردار! اس میں نہ بدکاری کی کمائی شامل ہو، نہ سُود کی کمائی اور نہ ہی لوگوں سے ناجائز طور پر غصب کیا ہوا مال [2]

ابو وہب کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سُود کی کمائی کو پاک تصور نہیں کرتے تھے کیونکہ ابو وہب نے بیت اللہ الحرام پر سُود کی کمائی خرچ کرنے سے منع کیا تھا [3]

---

(1) Lewis Henry, History of Economic Thoughts. (In the early state, the Roman Empire prohibited the:
Charging of any Interest, But gradually with the extension of the empire and the rise of trade classes, Interest appeared. However, severe resstrictions were imposed on rates of interests which were strictly regulated. The romans were the first to inact laws for the protection of debtors). Taken from Islam and the theory of Interest, by Anwar Iqbal Qureshi. p.6 Pub. by Sh. Mohammad Ashraf Bookseler, Lahore

[2] سیرت ابن ہشام ١/ ١٧٩ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، مصر

[3] الجدر بفتح الجیم وسکون المہملۃ۔ ایک روایت میں ہے الجدار۔ جدر سے مراد بھی جدار ہے یا اس دیوار کو کہتے ہیں جو نصف دائرہ کی شکل میں کعبہ ساتھ بنی ہوئی ہے اور اس کی لمبائی ٣٩ ہاتھ ہے فتح الباری ٢/ ٣٤٤ نشر دار الافتاء ریاض، نیز ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ٩/ ٢١٩

اور یہ صرف ابو وہب کی رائے ہی نہ تھی بلکہ تمام قریش نے اس رائے پر عمل کیا اور کعبے کی تعمیر پر صرف اسی کمائی میں سے صرف کیا جسے وہ اپنے خیال کے مطابق پاک قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حطیم کو بیت اللہ سے الگ کر دیا تھا۔ امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدر[ا] امن البیت ھو؟" یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے کہا! تو اسے بیت اللہ میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟۔

آپ نے فرمایا!

"ان قومك قصرت بهم النفقة" کہ تیری قوم کے پاس وسائل کم پڑ گئے تھے[۱]

امام سفیان بن عیینۃ اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو زہرہ سے ایک شیخ سے کعبہ کی تعمیر کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا۔ قریش کعبہ پر پاک کمائی میں سے ہی خرچ کرنا چاہتے تھے مگر کعبہ کی تعمیر کے لیے مخصوص کردہ رقم کم پڑ گئی تو انھوں نے حطیم کے حصّے کی تعمیر کو ترک کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے شیخ! تو نے سچ کہا[۳]

سُود کے متعلق یہودیت و نصرانیت کا موقف۔

یہودیت و نصرانیت دونوں کا سُود کی حرمت پر اتفاق ہے۔

سُود کے متعلق یہودیت کا موقف۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں سُود حرام تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

"فبظلم من الذین ھادوا حرّمنا علیھم طیبات احلت لھم و بصدھم عن سبیل اللہ کثیرا و اخذھم الربا وقد نھوا عنہ

---

[۱] یہ لفظ قصرت یعنی اس میں صاد مشدد اور مفتوح ہے، ایک روایت کے مطابق قصرت یعنی غیر مشدد مضموم صاد کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ۳/۴۴۴ عمدۃ القاری ۹/۲۱۹

[۲] صحیح بخاری کتاب الحج باب فضل مکہ و بنیانھا حدیث نمبر ۱۵۸۴ - ۳/۴۳۹

[۳] فتح الباری ۳/۴۴۴

واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکفرین منھم عذابًا الیمًا [1]

"یہودیوں کے ظلم کرنے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ عمدہ چیزیں بھی حرام کر دیں جنہیں ان کے لیے حلال قرار دیا تھا اور (اس وجہ سے بھی کہ) وہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو ہٹاتے تھے، سُود لیتے تھے حالانکہ انہیں سُود خوری سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے تھے اور ہم نے ان میں سے کفار کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔"

اس آیت میں یہودیوں کو سُود خوری سے ممانعت کی گئی ہے اور اس حکم کی مخالفت پر اللہ کی طرف سے وعید کی گئی ہے، اسی طرح اس آیت میں سُود خوری کو ہی تحریم طیبات کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

ابو الفضل آلوسی کہتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سُود یہودیوں پر بھی اسی طرح حرام تھا جس طرح امت مسلمہ پر حرام ہے۔ اور نہی منہی عنہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے ورنہ اس کی مخالفت پر اللہ کی طرف سے وعید نہ کی جاتی [2]

یہودیوں پر سُود کی حرمت کا بیان صرف قرآن مجید ہی میں نہیں ہے بلکہ تورات سے یہودیوں کی تحریف کے باوجود سُود کی حرمت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز

میں ہے۔

سُود کی مطلق حرمت یہودیوں کی اقتصادی تشریح کی نمایاں خصوصیت ہے اور اس کا ثبوت

---

[1] النساء آیت: ۱۶۰-۱۶۱

[2] روح المعانی ۶/۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ

نیز ملاحظہ ہو احکام القرآن لابن العربی۔ قسم اول ص ۵۱۴، تفسیر ابی السعود ۲/۲۵۳، تفسیر بیضاوی ص ۸۵، جامع البیان فی تفسیر القرآن شیخ معین الدین الشافعی ص ۲۵۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ پاکستان طبع اول ۱۳۹۶ھ فتح القدیر از امام شوکانی ۱/۵۳۶ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔

تورات کی مشہور نصوص سے ملتا ہے[1]

تورات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہودیوں کی تحریف کے باوجود اس میں بہت سی ایسی نصوص و آیات ہیں جو اسرائیلیوں پر سودی لین دین کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور سود سے اجتناب کو صدیقین جو کہ ان کی تعبیر کے مطابق خداوند کے خیمہ میں رہتے ہیں ان کی صفت قرار دیتی ہیں۔ اسی طرح وہ آیات و نصوص بتلاتی ہیں کہ سودخوری خون ریزی کرنے والوں کی خصوصیت اور خداوند کے غضب و قہر کا سبب ہے۔ اس ضمن میں یہودیت کے موقف کو بفضلہ تعالیٰ درج ذیل عناوین کے تحت بیان کیا جائے گا۔

ا ۔ اسرائیلیوں پر سودی لین دین کی حرمت ۔

ب ۔ سودخوری سے اجتناب صدقین کی صفت ہے ۔

ج ۔ سودخوری سے اجتناب خداوند کے خیمہ میں رہنے والوں کی صفت ہے ۔

د ۔ سودخوری خون ریزی کرنے والوں کی خصوصیت ہے ۔

ھ ۔ سودی لین دین خداوند کے غضب کا سبب ہے ۔

الف ۔ اسرائیلیوں پر لین دین کی حرمت ۔

تورات میں بے شمار ایسی نصوص موجود ہیں جن سے سود کی حرمت کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ سفر الخروج میں ہے :

اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہے کچھ قرض دے دے تو اس سے قرضخواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا[2]

---

[1] International Encyclopedia of Social Sciences. Vol.7/p473 (The absolute of interest was an outstanding feature of ancient Hebrew economic legislation as incorporated in the well known Biblical passages).

[2] کتاب مقدس (یہودیوں کے نزدیک) سفر خروج ۲۲/۲۵

سفر الاحبار میں ہے :

اور اگر تیرا کوئی بھائی مفلس ہو جائے اور وہ تیرے سامنے تنگ دست ہو تو اُسے سنبھالنا ۔ وہ پردیسی اور مسافر کی طرح تیرے ساتھ رہے تو اس سے سُود یا نفع مت لینا بلکہ اپنے خدا کا خوف رکھنا تاکہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگی بسر کر سکے ۔ تو اپنا روپیہ اسے سُود پر مت دینا[1]

سفر استثناء میں ہے :

"تو اپنے بھائی کو سُود پر قرض نہ دینا خواہ روپے کا سُود ہو یا اناج کا سُود یا کسی ایسی چیز کا سُود ہو جو بیاج پر دی جایا کرتی ہے"[2]

ب ۔ سُود خوری سے اجتناب صدیقین کی صفت ہے ۔

توراۃ میں وضاحت کی گئی ہے کہ صدیقین جن سے خدا راضی ہوتا ہے ان کی صفات میں سے ایک صفت سُود خوری سے اجتناب بھی ہے ۔

چنانچہ حزقی ایل میں ہے :

جو انسان صادق (صدیق) ہے اس کے کام عدالت و انصاف کے مطابق ہیں جس نے بتوں کی قربانی سے نہ کھایا اور بنی اسرائیل کے بتوں کی طرف اپنی آنکھیں نہیں اٹھائیں اور اپنے ہمسایہ کی بیوی کو ناپاک نہیں کیا اور عورت کی ناپاکی کے وقت اس کے پاس نہیں گیا۔ اور کسی پر ستم نہیں کیا اور قرضدار کا گرو واپس کر دیا اور ظلم سے کچھ چھین نہیں لیا اور بھوکوں کو اپنی روٹی کھلائی اور ننگوں کو کپڑا پہنایا ۔ سُود پر لین دین نہیں کیا بدکرداری سے دست بردار ہوا اور لوگوں میں سچا انصاف کیا ۔ میرے آئین پر چلا اور میرے احکام پر عمل کیا تاکہ راستی سے معاملہ کرے وہ صادق ہے خداوند فرماتا ہے وہ زندہ رہے گا[3]

ج ۔ سُود خوری سے اجتناب خداوند کے خیمہ میں رہنے والوں کی صفت ہے ۔

توراۃ میں ہے کہ وہ لوگ جو خداوند کے خیمہ میں رہنے کے مستحق ہوں گے ان کی خصوصیت یہ ہے

---

[1] سفر احبار ۲۵ - ۳۵ - ۳۶

[2] استثناء ۲۳/ ۱۹

[3] حزقی ایل ۱۸/ ۵-۹

کہ وہ سُود کے لین دین سے اجتناب کرتے ہیں چنانچہ داؤد کے مزمور میں ہے:
اے خداوند تیرے خیمہ میں کون رہے گا؟ تیرے کوہ مقدس پر کون سکونت کرے گا؟ وہ جو راستی سے چلتا اور صداقت کا کام کرتا اور دل سے سچ بولتا ہے۔
وہ جو اپنی زبان سے بہتان نہیں باندھتا اور اپنے دوست سے بدی نہیں کرتا اور جو اپنے ہمسایہ کی بدنامی نہیں سنتا وہ جس کی نظر میں رذیل آدمی حقیر ہے وہ جو خداوند سے ڈرتے ہیں ان کی عزت کرتا ہے۔
وہ جو قسم کھاکر بدلتا نہیں خواہ نقصان ہی اٹھائے۔ وہ جو اپنا روپیہ سُود پر نہیں دیتا اور بے گناہ کے خلاف رشوت نہیں لیتا۔ ایسے کام کرنے والا کبھی جنبش نہیں کھائے گا[۱]

د ۔ سُود خوری خونریزی کرنے والوں کی خصوصیت ہے۔

یہودیت میں سُود کو خونریزی کرنے اور قتل کرنے سے مشابہت دی گئی ہے۔ حزقی ایل میں ہے کہ سُود اور نفع لینا خونریزی کرنیوالوں کی نشانی ہے[۲]

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عبرانی زبان میں سُود کے لیے "نشخ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اس کا لغوی معنی ہے "کاٹنا" اس لفظ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سُود خور گویا کہ اپنے اس بھائی کا گوشت کھاتا ہے جس سے وہ سُود لیتا ہے[۳]

ھ ۔ سُودی لین دین خداوند کے غضب کا سبب ہے۔

تورات نے سُود لینے کو خداوند کے غضب کا سبب قرار دیا ہے چنانچہ حزقی ایل میں ہے۔
"کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اے شہر! تو اپنے اندر خونریزی کرتا ہے تاکہ تیرا وقت آجائے اور تو اپنے واسطے بتوں کو اپنے ناپاک کرنے کے لیے بناتا ہے۔
تیرے اندر انہوں نے خونریزی کے لیے رشوت خوری کی۔ تو نے بیاج اور سُود لیا اور ظلم کر کے اپنے پڑوسی کو لوٹا اور مجھے فراموش کیا خداوند فرماتا ہے دیکھ تیرے ناروا نفع کے سبب سے جو تُو نے لیا

۱؎ داؤد کا مزمور ۱۵/۱ - ۵

۲؎ حزقی ایل ۱۲/۱۰ - ۱۳

۳؎ ملاحظہ ہو الربا فی شریعۃ الاسلام تنوعہ و اختلافہ عن ربا الیہود از ڈاکٹر حسین توفیق رضا ص ۳۸

اور تیری خونریزی کے باعث جو تیرے اندر ہوئی ہے میں نے تالی بجائی ۔ کیا تیرا دل برداشت کرے گا اور تیرے ہاتھوں میں زور ہوگا جب تیرا معاملہ فیصل کروں گا ۔ ہاں میں تجھ کو قوموں میں پراگندہ اور ملکوں میں تتر بتر کروں گا اور تیری گندگی تجھ سے نابود کر دوں گا ۔ اور تو قوموں کے سامنے اپنے آپ میں ناپاک ٹھہرے گا اور معلوم کرلے میں خداوند ہوں [1]

سُود کے متعلق عیسائیت کا موقف ۔

سُود کے متعلق عیسائیت کا موقف یہودیت سے مختلف نہیں، عیسائی دین میں بھی سُود کی حُرمت کی تاکید کی گئی ۔ اور تمام مسیحی علماء کا اس پر اتفاق ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ چرچ نے مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر چند صدیوں سے اپنا موقف تبدیل کرنا شروع کر دیا ہے ۔

اس موضوع پر درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جائے گا ۔

ا ۔ یہودیت میں سُود کی حرمت عیسائیت میں اس کی متقاضی ہے ۔

ب ۔ بغیر سُود کے قرض دینے کا حکم ۔

ج ۔ مسیحی علماء کا سُود کی حرمت پر اتفاق ۔

د ۔ چرچ کے موقف میں تبدیلی ۔

۔ یہودیت میں سُود کی حرمت عیسائیت میں اس کی متقاضی ہے ۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تورات کی نصوص سے بڑی صراحت کے ساتھ سُود کی حرمت کا ثبوت ملتا ہے ۔ ان نصوص کا تقاضا ہے کہ عیسائی بھی اس کی حرمت کا عقیدہ رکھیں اس لیے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام انجیل کیمطابق تورات کی تصدیق کرنیکے لیے مبعوث کئے گئے تھے چنانچہ لوقا میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے روایت ہے۔ "یہ نہ سمجھوں کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں [2]"

اس نص کے مطابق ہر وہ چیز جس کی حرمت یہودیت میں ثابت ہے وہ عیسائیت میں بھی حرام

---

[1] حزقی ایل ۲۲۰/۳ ، ۱۲-۲۱

[2] انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷

ہے الا یہ کہ کوئی ایسی نص وارد ہو جو اس کی حلت کو ثابت کرے اور انجیل میں کوئی ایسی نص نہیں ہے جس سے سود کی حلت کا ثبوت ملتا ہو۔

ب ۔ بغیر سود کے قرض دینے کا حکم۔

نہ صرف یہ کہ انجیل میں کوئی ایسی نص نہیں جس سے سود کی حلت ثابت ہوتی ہو بلکہ اس کے برعکس انجیل میں قرض کے عوض کچھ وصول ہونے کی امید رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے ۔ چنانچہ لوقا میں ہے ۔

"اور اگر تم ان ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تاکہ پورا وصول کر لیں ۔ مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر نا امید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے"[1]

ڈاکٹر عبداللہ دراز کے مطابق چرچ کے سربراہوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسیح علیہ السلام کی یہ تعلیم سودی لین کی قطعی حرمت کی دلیل ہے[2]

ج ۔ مسیحی علماء کا سود کی حرمت پر اتفاق ۔

مسیحی علماء نے سود کو غیر منصفانہ اور ناپاک کمائی قرار دیا ہے ، بلکہ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ سود خور معاشرے میں اپنا احترام کھو بیٹھتا ہے اور اس بات کا اہل نہیں رہتا کہ مرنے کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کی جائے ۔ اسی طرح جو شخص سود کو گناہ نہیں سمجھتا وہ مسیحی علماء کے نزدیک ملحد اور لادین ہے ۔

سینٹ تھامس Saint Thomas کہتا ہے :

"بلاشبہ Interest "سود" کا تقاضا کرنا غیر منصفانہ عمل ہے کیونکہ ایسا کرنے والا ایسے قرض کا مطالبہ کرتا ہے جس کا حقیقت میں کوئی موجود نہیں ہوتا ....."[3]

---

[1] المصدر السابق ، انجیل لوقا ۶/ ۳۴ - ۳۵ ، المجلد ۳ : ۱۰۸ طبع سوئم ۱۹۶۷ء ۔

[2] "الربا فی نظر القانون الاسلامی" از ڈاکٹر عبداللہ دراز ص ۷ مطبوعہ کویت ۔

[3] منقول از "مصادر الحق" از عبد الرزاق سنہوری ۳ / ۱۹۵ مطبوعہ جامع الدول العربیہ معہد البحوث والدراسات العربیہ طبع سوئم ۱۹۶۷ء